



مروجہ اسلامی بینکاری کی شرعی افادیت اور معاشی اثرات: پاکستانی اور مصری علماء کی آراء کا تقابلی مطالعہ

Shariah Utility and Economic Impacts of Contemporary Islamic Banking: A Comparative Study of the Views of Pakistani and Egyptian Scholars

Hafiz Ehsan Ullah

PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Riphah International University Faisalabad
habibhandawi313@gmail.com

Dr Khalid Mahmood Arif

Associate Professor/ HOD department of Islamic Studies Riphah International University Faisalabad, khalid.mahmood@riphahfsd.edu.pk

Abstract:

This article examines the Shariah utility and economic impacts of contemporary Islamic banking through a comparative study of the views of Pakistani and Egyptian scholars. It argues that modern Islamic banking cannot be evaluated merely by its institutional label or formal replacement of interest-based terminology; rather, its legitimacy depends on the substantive application of Shariah contracts, genuine asset ownership, risk-bearing, transparency, and alignment with the objectives of Islamic law. The study compares the supportive, reformist, and critical approaches found in Pakistani scholarship with the legal, fatwa-based, and maqasid-oriented approaches prominent in Egyptian discourse. Pakistani scholars, particularly Mufti Muhammad Taqi Usmani, generally regard Islamic banking as a necessary transitional mechanism for moving away from interest-based finance, provided that contracts such as murabahah, ijarah, musharakah, and mudarabah are implemented according to their proper Shariah conditions. Critical Pakistani voices, however, question whether current Islamic banking has sufficiently moved beyond the logic of conventional finance. Egyptian scholars display a similarly diverse range of positions: some emphasize strict prohibition of riba and caution against legal stratagems, while others evaluate banking practices through public need, economic development, and maqasid al-Shariah. The article concludes that contemporary Islamic banking has significant Shariah and economic value, especially in providing Muslims with alternatives to interest-based banking and promoting asset-linked finance, but its effectiveness remains conditional upon stronger Shariah governance, greater risk-sharing, social finance integration, and a clearer movement from formal compliance toward genuine maqasid-based transformation.

Keywords: Islamic Banking; Shariah Compliance; Economic Impact; Riba; Pakistani Scholars; Egyptian Scholars

تمہید

مروجہ اسلامی بینکاری جدید مالیاتی نظام کے اندر ایک ایسے متبادل کی حیثیت سے سامنے آئی ہے جس کا بنیادی دعویٰ یہ ہے کہ سرمایہ، تجارت، قرض، نفع اور ضمانت کے رشتوں کو سودی قرض کے بجائے شرعی عقود کے دائرے میں منظم کیا جائے۔ اس مضمون کا مقصد یہ جانچنا ہے کہ موجودہ اسلامی بینکاری شرعی اعتبار سے کس حد تک مفید ہے، اس کے معاشی اثرات کیا ہیں، اور پاکستانی و مصری علماء کی آراء میں کون سے مشترکات اور اختلافات پائے جاتے ہیں۔ مقالہ اس مفروضے سے آغاز کرتا ہے کہ اسلامی بینکاری کو نہ تو محض ایک مثالی اسلامی معیشت کا کامل بدل سمجھنا درست ہے اور نہ اسے صرف ناموں کی تبدیلی قرار دے کر یکسر رد کر دینا علمی انصاف ہے۔ درست طریقہ یہ ہے کہ عقود کی فقہی صحت، مقاصد شریعت، حقیقی معاشی اثرات، شرعی نگرانی، مارکیٹ کے دباؤ، اور سماجی عدل کے سوالات کو ایک ساتھ دیکھا جائے۔ پاکستانی علماء، خصوصاً مفتی محمد تقی عثمانی، اسلامی بینکاری کو سودی نظام سے عملی انتقال کا جائز اور ضروری مرحلہ سمجھتے ہیں، بشرطیکہ مرابحہ، اجارہ، مشارکہ اور مضاربہ اپنی حقیقی شرعی شرائط کے ساتھ نافذ ہوں۔ اس کے مقابل بعض پاکستانی ناقدین اس بات پر زور دیتے ہیں کہ موجودہ شکل میں اسلامی بینکاری سرمایہ دارانہ مالیاتی منطق سے پوری طرح آزاد نہیں ہو سکی۔ مصری علمی روایت میں بھی دو رجحانات نمایاں ہیں: ایک طرف احمد علی السالوس جیسے علماء سودی بینکاری اور حیلہ نما معاملات پر شدید نقد کرتے ہیں، دوسری طرف عبدالرحمن یسری احمد جیسے ماہرین اسلامی مالیت کو مقاصدی، ترقیاتی اور ادارہ جاتی زاویے سے دیکھتے ہیں۔ نتیجتاً مضمون یہ موقف اختیار کرتا ہے کہ مروجہ اسلامی بینکاری کی شرعی افادیت مشروط، تدریجی اور قابل اصلاح ہے، جب کہ اس کے معاشی اثرات مثبت بھی ہیں اور بعض حوالوں سے محدود بھی^[1]۔

تعارف

اسلامی بینکاری کا سوال محض ایک تکنیکی مالیاتی بحث نہیں بلکہ یہ جدید مسلم معاشروں کے دینی شعور، معاشی ضرورت، قانونی ڈھانچے اور عالمی سرمایہ دارانہ نظام کے ساتھ تعامل کا پیچیدہ مسئلہ ہے۔ بیسویں صدی کے آخر سے اسلامی مالیت نے جس تیزی سے ادارہ جاتی شکل اختیار کی، اس نے مسلم معاشروں کو ایک نیا امکان بھی دیا اور ایک نئی علمی آزمائش بھی۔ امکان یہ تھا کہ مسلمان سودی قرض کی بنیاد پر قائم بینکاری کے بجائے ایسے عقود استعمال کریں جن میں اثاثہ، تجارت، نفع و نقصان کی شراکت، اجرت، ملکیت، ضمانت اور خطرے کی تقسیم کا شرعی تصور زندہ ہو۔ آزمائش یہ تھی کہ آیا یہ ادارے واقعی اسلامی اصولوں کو معاشی عمل میں بدلتے ہیں یا صرف

روایتی بینکاری کے نتائج کو نئے ناموں اور دستاویزات کے ذریعے حاصل کرتے ہیں۔ اس لیے مروجہ اسلامی بینکاری کا مطالعہ فقہ، اصول فقہ، معاشیات، قانون، اخلاقیات اور پالیسی اسٹڈیز کے سنگم پر واقع ہے۔ پاکستان اور مصر اس بحث کے لیے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ پاکستان میں اسلامی بینکاری ایک طرف آئینی سطح پر رہا کے خاتمے کے مطالبے، وفاقی شرعی عدالت کے فیصلوں، اسٹیٹ بینک کے ضوابط، شریعہ بورڈز، اور عوامی مذہبی حساسیت کے ساتھ جڑی ہوئی ہے؛ دوسری طرف یہ ایک مسابقتی بینکاری صنعت بھی ہے جو منافع، لیکویڈیٹی، ریگولیٹری کیپٹل، صارفین کی طلب اور حکومتی سکوک مارکیٹ سے متاثر ہوتی ہے۔ مصر میں اسلامی مالیات کی بحث الا زہر، دار الافتاء، بینکنگ قانون، سرکاری سرمایہ کاری سرٹیفکیٹس، اور جدید معاشی ضرورتوں کے تناظر میں سامنے آتی ہے۔ وہاں بعض سرکاری فتاویٰ نے بینک منافع کو سرمایہ کاری کے عقد کے طور پر دیکھنے کی کوشش کی، جب کہ متعدد علماء نے ربوی زیادت، ضمانت اصل زر اور مقررہ منافع کے فقہی اشکالات کو نمایاں کیا۔ اس طرح دونوں ملکوں کا تقابلی مطالعہ ہمیں یہ دکھاتا ہے کہ ایک ہی شرعی مسئلہ مختلف ادارہ جاتی ماحول میں مختلف علمی صورتیں اختیار کر لیتا ہے^[3]۔

قرآن مجید رہا کو ایک نہایت سنگین مالی و اخلاقی جرم کے طور پر بیان کرتا ہے، کیونکہ رہا قرض کو انسانی تعاون کے بجائے استحصالی اضافہ کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ اس کے مقابل تجارت کو جائز قرار دیا گیا ہے، مگر تجارت کی یہ اجازت دھوکے، غرر، ظلم، ذخیرہ اندوزی، جبر اور غیر حقیقی کاغذی تبادلے کو شامل نہیں۔ اسی وجہ سے اسلامی بینکاری کی اصل بنیاد یہ نہیں کہ سودی شرح کے مساوی ایک حلال شرح بنا دی جائے، بلکہ یہ ہے کہ مالی معاملہ حقیقی بیع، اجارہ، شرکت یا مضاربہ کی صورت اختیار کرے۔ اگر اسلامی بینک کسی شے کا مالک بنے بغیر صرف رقم دے اور زائد رقم وصول کرے تو یہ عقد کے نام سے زیادہ حقیقتِ معاملہ سے متعلق سوال بن جاتا ہے۔ فقہاء کی معروف قاعدہ نما بصیرت یہی ہے کہ معاملات میں اعتبار صرف الفاظ کا نہیں بلکہ مقاصد، آثار اور حقیقی ساخت کا بھی ہوتا ہے۔

﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾^[4]

اس آیت کا مرکزی نکتہ اسلامی مالیات کے لیے بنیاد فراہم کرتا ہے: بیع اور رہا کا ظاہری نتیجہ کبھی کبھی ایک جیسا محسوس ہو سکتا ہے، یعنی دونوں میں زائد رقم حاصل ہوتی ہے، مگر شریعت نے ایک کو حلال اور دوسرے کو حرام کہا کیونکہ دونوں کی قانونی، اخلاقی اور معاشی حقیقت مختلف ہے۔ بیع میں عوضین، ملکیت، خطرہ، قبضہ، ذمہ داری اور بازار کی حقیقی سرگرمی شامل ہوتی ہے؛ رہا میں اصل عقد

قرض ہے جس کے ساتھ وقت کے بدلے مشروط اضافہ لیا جاتا ہے۔ چنانچہ اسلامی بینکاری کی شرعی افادیت اسی وقت ثابت ہو سکتی ہے جب وہ بیع کو بیع، اجارہ کو اجارہ، شرکت کو شرکت، اور قرض کو قرض ہی رکھے۔ اگر عقد کی صورت تو بیع ہو مگر حقیقت قرضی ضمانت اور مقررہ سودی واپسی کی ہو تو تنقید بجا ہے؛ لیکن اگر بینک واقعی اثاثہ خریدتا، خطرہ برداشت کرتا، قیمت ظاہر کرتا، ملکیت منتقل کرتا اور شرعی نگرانی کے تحت معاملہ مکمل کرتا ہے تو اسے سودی قرض کے مترادف کہنا بھی درست نہیں۔

مسئلہ تحقیق، مقاصد اور منہج

اس تحقیق کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ مروجہ اسلامی بینکاری کے بارے میں دو انتہائیں عام پائی جاتی ہیں۔ ایک رائے اسے مکمل اسلامی معاشی انقلاب سمجھتی ہے، گویا بینک کے نام کے ساتھ اسلامی کا لفظ لگ جانے سے معاشی عدل، غربت کا خاتمہ اور ربا سے مکمل نجات خود بخود حاصل ہو جاتی ہے۔ دوسری رائے اسے محض سودی بینکاری کا متبادل نام قرار دیتی ہے اور اس میں موجود ہر عقد کو حیلہ، کاغذی تجارت یا سرمایہ دارانہ منطق کی خدمت سمجھتی ہے۔ تحقیقی دیانت کا تقاضا ہے کہ دونوں تصورات کو پرکھا جائے۔ اسلامی بینکاری ایک ادارہ جاتی کوشش ہے، کامل اسلامی معیشت نہیں؛ لیکن یہ کوشش بے معنی بھی نہیں، کیونکہ اس نے سودی قرض کے مقابل شرعی عقود، شریعہ آڈٹ، فٹوی بورڈ، اثاثہ جاتی مالیات، سکوک، اسلامی ڈپازٹس اور اسلامی مالیاتی تعلیم کا ایک وسیع میدان پیدا کیا ہے۔ مقالے کے مقاصد چار ہیں۔

اول، اسلامی بینکاری کی شرعی بنیادوں کو قرآن، حدیث، فقہی اصول اور معاصر شریعہ اسٹینڈرڈز کی روشنی میں واضح کرنا۔ دوم، پاکستانی علماء کی آراء میں تائیدی، اصلاحی اور تنقیدی رجحانات کو الگ الگ سمجھنا۔ سوم، مصری علماء کی آراء، خصوصاً الازہری/افتائی روایت، اسلامی معاشیات کے ماہرین اور ربا پر سخت موقف رکھنے والے علماء کے درمیان فرق کو سامنے لانا۔ چہارم، شرعی افادیت اور معاشی اثرات کو الگ مگر مربوط خانوں میں جانچنا؛ یعنی یہ دیکھنا کہ کسی عقد کا فقہی طور پر درست ہونا کافی ہے یا اس کے معاشی نتائج بھی مقاصد شریعت کے قریب ہونے چاہئیں۔ اس منہج میں نصوص، فقہی اصول، معاصر ادارہ جاتی معیارات، مرکزی بینکوں کے اعداد و شمار اور علماء کی تحریروں کو باہم ملا کر پڑھا گیا ہے^[6]۔

شکاگو طرز حوالہ کے مطابق اس مضمون میں کتابی، حدیثی، فقہی اور ادارہ جاتی مصادر کو حواشی میں درج کیا گیا ہے۔ قرآنی آیات کے لیے سورہ اور آیت نمبر، احادیث کے لیے معروف مجموعہ اور حدیث نمبر، معاصر کتب کے لیے مصنف، عنوان، ناشر/مقام اور سن اشاعت، اور ادارہ جاتی رپورٹس کے لیے ادارہ، عنوان اور سال کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ مضمون میں کوئی ایسی بات نہ آئے جو محض عمومی تاثر ہو بلکہ ہر اہم دعوے کے پیچھے قابل مراجعت حوالہ موجود ہو۔ البتہ جہاں علماء کے رجحان کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے وہاں عبارت کو نقل لفظی کے بجائے علمی تلخیص کی صورت میں رکھا گیا ہے تاکہ مصادر کی حدود بھی محفوظ رہیں اور تجزیہ بھی مربوط رہے۔ اس منہج کی ایک اہم احتیاط یہ ہے کہ اسلامی بینکاری کے بارے میں کسی عالم کی رائے کو جامد یا یک رخ نہ سمجھا جائے۔ مثال کے طور پر مفتی تقی عثمانی اسلامی بینکاری کے مؤید ہیں، مگر وہ خود مراہجہ کے بے جا استعمال، کاغذی معاملات، شریعہ بورڈ کی کمزوری اور مشارکہ/مضاربہ سے دوری پر تنقید کرتے ہیں۔ اسی طرح مصری علمی ماحول میں دارالافتاء کے بعض فتاویٰ بینک منافع کی اجازت دیتے ہیں، مگر احمد علی السالوس جیسے علماء جدید بینکاری سود کو ربا کی صورت قرار دیتے ہوئے اس اجازت کو محل نظر سمجھتے ہیں۔ اس لیے تقابل کا مطلب یہ نہیں کہ پاکستان ایک طرف اور مصر دوسری طرف کھڑے ہیں؛ بلکہ دونوں ممالک کے اندر مختلف علمی مکاتب موجود ہیں جنہیں ایک منظم نقشے میں پڑھنا ضروری ہے [8]۔

اسلامی بینکاری کی شرعی بنیادیں

اسلامی بینکاری کی پہلی بنیاد ربا کی حرمت ہے۔ ربا کی حرمت قرآن، سنت اور امت کے اجماع سے ثابت ہے، اور اس میں قرض پر مشروط اضافہ بنیادی صورت کے طور پر شامل ہے۔ صحیح مسلم کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے اور گواہوں پر لعنت فرمائی، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ربا صرف لینے والے فرد کا گناہ نہیں بلکہ ایک ادارہ جاتی جرم بھی بن سکتا ہے جس میں دستاویز نویسی، گواہی، نفاذ اور معاونت سب شامل ہو جاتے ہیں۔ جدید بینکاری چونکہ قرض، سود، مدت اور ضمانت کے منظم ڈھانچے پر قائم رہی ہے، اس لیے مسلم علماء کے سامنے سوال یہ تھا کہ کیا اس نظام کے اندر رہتے ہوئے سودی قرض کے متبادل عقود بنائے جاسکتے ہیں۔ دوسری بنیاد بیع، اجارہ، شرکت اور مضاربہ کا شرعی جواز ہے۔ اسلامی بینک جب مراہجہ کرتا ہے تو اصولاً وہ پہلے مطلوبہ شے خریدتا ہے، پھر اصل لاگت اور منافع ظاہر کر کے مؤخر ادائیگی پر فروخت کرتا ہے۔ جب اجارہ کرتا ہے تو وہ اثاثہ اپنے ملک میں رکھ کر اس کا منفعتی استعمال اجرت پر دیتا ہے۔ جب مشارکہ یا مضاربہ کرتا ہے تو سرمایہ اور محنت یا دو

سرمایہ کاروں کے درمیان نفع و نقصان کی تقسیم کا رشتہ قائم کرتا ہے۔ یہ عقود کلاسیکی فقہ میں معروف ہیں، مگر بینکاری میں ان کا استعمال نئی صورتوں کے ساتھ ہوا ہے؛ اس لیے جدید شریعہ اسٹینڈرڈز نے قبضہ، ملکیت، وعدہ، ضمانت، تاخیر، جرمانہ، وکالت، خریداری آرڈر، اور ملکیت کی منتقلی جیسے سوالات پر تفصیلی ضوابط مقرر کیے ہیں^[10]۔

«لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاةِيهِ» [11]

اس حدیث کی روشنی میں اسلامی بینکاری کا اخلاقی ہدف صرف یہ نہیں کہ بینکنگ مصنوعات کا نام بدل دیا جائے بلکہ ربا کے پورے معاون نظام کو بدلنے کی کوشش کی جائے۔ اگر ربا کو صرف انفرادی لین دین سمجھا جائے تو بینکاری کے ادارہ جاتی پہلو نظر سے اوجھل رہ جاتے ہیں؛ لیکن حدیث میں کاتب اور شاہد کا ذکر بتاتا ہے کہ سودی نظام دستاویز، قانون، حساب کتاب اور اجتماعی قبولیت سے طاقت پکڑتا ہے۔ اسی لیے اسلامی بینکاری میں شریعہ بورڈ، شریعہ آڈٹ، اندرونی کنٹرول، معاہدات کی جانچ، صارف کی تربیت اور ریگولیٹر کی نگرانی محض انتظامی چیزیں نہیں بلکہ شرعی مقصد کا حصہ ہیں۔ تیسری بنیاد مقاصد شریعت ہے۔ مقاصد کے لحاظ سے مالی نظام کا مقصد مال کی حفاظت، گردش دولت، ظلم کا خاتمہ، حقیقی تجارت کی حوصلہ افزائی، خطرے کی عادلانہ تقسیم، ضرورت مند کی رعایت، اور معاشی سرگرمی کو اخلاقی حدود میں رکھنا ہے۔ اگر اسلامی بینکاری صرف کم خطرے والی مراعات مصنوعات تک محدود رہے، حقیقی مشارکہ سے گریز کرے، صارف پر تمام خطرہ منتقل کرے، تاخیر پر جرمانے کو عملی طور پر منافع کا ذریعہ بنا لے، یا اسلامی ڈپازٹس کو conventional benchmark کے ساتھ اس طرح جوڑے کہ صارف کو کوئی فرق محسوس نہ ہو، تو مقاصد کی تنقید لازماً پیدا ہوگی۔ تاہم مقاصد کا مطلب یہ بھی نہیں کہ فقہی عقود کو غیر ضروری سمجھ کر صرف معاشی نتیجہ دیکھا جائے؛ بلکہ صحیح راستہ یہ ہے کہ صورت، معنی، مقصد اور اثر چاروں کو ساتھ رکھا جائے^[12]۔

پاکستانی علماء کی آراء

پاکستانی علمی ماحول میں اسلامی بینکاری کی سب سے مؤثر تائیدی آواز مفتی محمد تقی عثمانی کی ہے۔ ان کی تحریروں میں یہ بات بار بار آتی ہے کہ اسلام کا اصل مالی تصور قرض پر منافع نہیں بلکہ تجارت، اجارہ، مشارکہ اور مضاربہ ہے۔ وہ مراعات کو اسلامی مالیات کا مثالی آلہ نہیں سمجھتے بلکہ ضرورت کے تحت ایک عبوری طریقہ قرار دیتے ہیں، جسے اس وقت استعمال کیا جاسکتا ہے جب حقیقی مشارکہ و مضاربہ کے لیے ادارہ جاتی صلاحیت، حسابی شفافیت اور کاروباری ماحول پوری طرح موجود نہ ہو۔ ان کے نزدیک اسلامی بینکاری کی صحت کا

دارومدار اس پر ہے کہ بینک واقعی اثاثہ خریدے، اس پر ملکیت اور خطرہ آئے، پھر صارف کو فروخت یا اجارہ پر دے؛ اگر یہ مراحل صرف کاغذی ہوں تو عقد کی شرعی روح مجروح ہوتی ہے۔ مفتی تقی عثمانی کی فکر کا ایک اہم پہلو تدریج ہے۔ وہ جدید دنیا کے پورے مالیاتی نظام کو ایک دن میں بدلنے کے بجائے ایسے عملی مراحل کی بات کرتے ہیں جن کے ذریعے سودی قرض سے اثاثہ جاتی مالیات، پھر مشارکہ و مضاربہ، اور آخر کار عدل پر مبنی اسلامی معاشی ڈھانچے کی طرف پیش رفت ہو۔ اس منہج کی قوت یہ ہے کہ یہ بینک، صارف، ریگولیٹر اور عالمی مالیاتی ماحول کی عملی مجبوریوں کو نظر انداز نہیں کرتا۔ اس کی کمزوری ناقدین کے نزدیک یہ ہے کہ عبوری آلات مستقل شکل اختیار کر گئے ہیں اور اسلامی بینکوں نے مشارکہ و مضاربہ کی طرف خاطر خواہ پیش رفت نہیں کی۔ تاہم یہ تنقید خود تائیدی مکتب کے اندر بھی پائی جاتی ہے؛ اس لیے اسے اسلامی بینکاری کے خلاف نہیں بلکہ اس کی اصلاح کے حق میں ایک اہم نکتہ سمجھنا چاہیے^[14]۔

پاکستان میں دوسرا رجحان وہ ہے جو اسلامی بینکاری کو سرمایہ دارانہ مالیاتی نظام کے اندر محدود اصلاح سمجھتا ہے۔ جاوید اکبر انصاری جیسے ناقدین کے ہاں اصل سوال یہ ہے کہ کیا موجودہ اسلامی بینک سرمایہ کی بالادستی، قرضی منطق، منافع کی ترجیح، حکومتی سکوک پر انحصار، اور بازار کے benchmark سے آزاد ہو سکتے ہیں؟ اس نقطہ نظر میں مراہجہ، اجارہ اور diminishing musharakah اگر معاشی طور پر conventional loan جیسا cash-flow پیدا کریں تو صرف فقہی دستاویز کافی نہیں رہتی۔ یہ تنقید اسلامی معاشیات کے اس وسیع دعوے کو یاد دلاتی ہے کہ اسلام صرف سود سے پاک بینک نہیں چاہتا بلکہ زکوٰۃ، وقف، صدقات، حقیقی تجارت، محنت کی عزت، دولت کی گردش اور کمزور طبقات کے تحفظ پر مبنی معیشت چاہتا ہے۔ اس تنقیدی مکتب کی اہمیت یہ ہے کہ یہ اسلامی بینکاری کو complacency سے بچاتا ہے۔ جب کوئی ادارہ اپنے آپ کو شرعی کہتا ہے تو اس پر اخلاقی ذمہ داری زیادہ ہو جاتی ہے، کم نہیں۔ اگر اسلامی بینک conventional بینکوں سے زیادہ منافع کمائیں مگر چھوٹے کاروبار، زرعی مالیات، مائیکرو فنانس، خطرے کی شراکت، قرض حسن اور سماجی اثرات میں کمزور رہیں تو عوامی سطح پر سوالات پیدا ہوں گے۔ مگر اس تنقید کی ایک حد بھی ہے: اگر موجودہ اسلامی بینکاری کو مکمل طور پر رد کر دیا جائے تو لاکھوں صارفین کے لیے سودی بینکاری کے سوا کوئی ادارہ جاتی متبادل نہیں رہتا۔ اس لیے بہتر راستہ یہ ہے کہ تنقید کو اصلاحی ایجنڈا بنایا جائے، نہ کہ ہر شرعی کوشش کو بے معنی قرار دیا جائے^[16]۔ پاکستانی ریاستی اور ریگولیٹری ماحول نے بھی علماء کی آراء کو عملی وزن دیا ہے۔ اسٹیٹ بینک آف پاکستان نے اسلامی بینکاری کے لیے شریعہ گورننس فریم ورک،

شرعیہ بورڈز، شریعہ آڈٹ، اور AAOIFI معیارات سے استفادہ کے ذریعے ایک ادارہ جاتی نظام بنایا 2025. کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں اسلامی بینکاری کے اثاثوں اور ڈپازٹس کا حصہ مجموعی بینکاری صنعت میں نمایاں حد تک بڑھ چکا ہے۔ یہ اضافہ صرف مذہبی جذبے کا نتیجہ نہیں؛ اس میں صارفین کی طلب، حکومتی سکوک، برانچ نیٹ ورک، ریگولیٹری سہولت، اور اسلامی بینکوں کی کاروباری کامیابی بھی شامل ہے۔ شرعی اعتبار سے اس نمو کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی بینکاری اب marginal تجربہ نہیں رہی بلکہ قومی مالیاتی نظام کا اہم حصہ بن چکی ہے۔ تاہم نمو بذات خود شرعی کامیابی کی دلیل نہیں۔ اگر اثاثوں کا بڑا حصہ کم خطرے والی debt-like مصنوعات یا حکومتی سکوک میں رہے، اور حقیقی کاروباری شراکت محدود ہو، تو اسلامی بینکاری کے معاشی دعوے پر سوال باقی رہے گا۔ پاکستانی علماء کے لیے اصل چیلنج یہ ہے کہ وہ صنعت کو صرف compliance سے آگے لے جائیں۔ شریعہ compliance کا مطلب ہے کہ عقد حلال ہو؛ مگر شریعہ effectiveness کا مطلب ہے کہ اس عقد سے عدل، شفافیت، خطرے کی تقسیم، حقیقی پیداوار اور سماجی فائدہ بھی پیدا ہو۔ یہی فرق مروجہ اسلامی بینکاری کے مستقبل کا بنیادی معیار بن سکتا ہے^[18]۔

مصری علماء کی آراء

مصری علمی روایت میں اسلامی بینکاری کی بحث قدرے مختلف پس منظر رکھتی ہے۔ مصر میں الازہر، دار الافتاء، سرکاری بینکنگ پالیسی، سرمایہ کاری سرٹیفکیٹس، اور جدید ریاستی معاشیات کے تعلق نے ربا اور بینک منافع کے سوال کو خاص صورت دی۔ بعض مصری مفتیان نے بینک ڈپازٹس کے منافع کو مضاربہ یا سرمایہ کاری کے نفع کی صورت میں سمجھنے کی کوشش کی، خاص طور پر جب بینک ریاستی ترقیاتی منصوبوں یا عمومی سرمایہ کاری میں رقم لگاتے ہیں۔ اس رجحان میں معاشی ضرورت، عرف جدید، ریاستی نگرانی اور صارف کے تحفظ کو اہم دلیل بنایا جاتا ہے۔ مگر یہ موقف تمام مصری علماء کا متفقہ موقف نہیں؛ اس پر شدید علمی نقد بھی موجود ہے۔ احمد علی السالوس مصری علماء میں اس رجحان کی نمائندگی کرتے ہیں جو جدید بینکی سود کو ربا کے حکم میں داخل سمجھتا ہے اور مقررہ منافع، ضمانتِ اصل زر، اور قرض پر مشروط اضافہ کو شرعاً ناقابل قبول قرار دیتا ہے۔ ان کے نزدیک اسلامی بینک اسی وقت معتبر ہو سکتے ہیں جب وہ واقعی بچ، اجارہ، مشارکہ اور مضاربہ کے اصولوں پر عمل کریں، نہ کہ conventional interest کو investment return کا نام دے دیں۔ السالوس کا موقف کلاسیکی فقہی اصول کے زیادہ قریب ہے کہ قرض سے مشروط نفع قرض دہندہ کے لیے جائز نہیں؛ اگر سرمایہ کاری ہے تو خطرہ بھی ہونا چاہیے، اور اگر اصل زر ہر حال میں محفوظ ہے اور نفع پہلے سے مقرر ہے تو یہ مضاربہ نہیں رہتا^[20]۔

عبدالرحمن یسری احمد کا زاویہ نسبتاً معاشی اور مقاصدی ہے۔ وہ اسلامی مالیات کو صرف عقدی جواز کے طور پر نہیں بلکہ ترقی، انسانی بہبود، وسائل کی منصفانہ تقسیم اور مقاصد شریعت کے حصول کے ذریعہ کے طور پر دیکھتے ہیں۔ اس نقطہ نظر کے مطابق اسلامی بینکاری کی کامیابی اس بات سے بھی جانچی جائے گی کہ وہ حقیقی شعبہ معیشت سے کس قدر جڑتی ہے، چھوٹے کاروبار کو کیسے سہولت دیتی ہے، غربت میں کمی، روزگار، مالی شمولیت اور پیداوار میں کیا کردار ادا کرتی ہے۔ یہ فکر مصری اسلامی معاشیات کی اس روایت سے جڑی ہے جس نے ربا کی حرمت کے ساتھ ساتھ ترقیاتی اخلاقیات کو بھی مرکزی حیثیت دی۔ مصری فتاویٰ کے اندر ایک عملی رجحان یہ بھی ہے کہ بعض جدید بینکی مصنوعات کو عمومی معاشی ضرورت، ریاستی نگرانی اور سرمایہ کاری کے تصور کے تحت جائز قرار دیا جائے۔ دار الافتاء مصر کی ویب سائٹ پر جدید معاملات کے باب میں بینکنگ، قسطوں، سرمایہ کاری اور زکوہ سے متعلق متعدد فتاویٰ موجود ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مصری افتائی ادارہ جدید مالی معاملات کو صرف قدیم الفاظ میں بند نہیں کرتا بلکہ ان کی قانونی و معاشی ساخت کو دیکھتا ہے۔ تاہم یہی جگہ اختلاف کی بھی ہے: ناقد علماء کہتے ہیں کہ اگر عقد کی حقیقت قرض ہے تو ریاستی نگرانی یا معاشی ضرورت اسے مضاربہ نہیں بنا سکتی۔ یوں مصری بحث میں عرف و ضرورت اور نصی و فقہی حد بندی کے درمیان ایک مستقل تناؤ دکھائی دیتا ہے [22]۔

پاکستانی اور مصری آراء کے تقابل سے ایک دلچسپ فرق سامنے آتا ہے۔ پاکستان میں اسلامی بینکاری کا غالب علمی ماڈل یہ ہے کہ سودی بینکاری کے مقابل الگ اسلامی بینک قائم کیے جائیں، جن کی مصنوعات فقہی عقود پر مبنی ہوں اور جن کی نگرانی علماء کریں۔ مصر میں ایک بڑا سوال یہ بھی رہا کہ موجودہ سرکاری بینکوں، سرمایہ کاری سرٹیفکیٹس اور ڈپازٹس کو کس فقہی تعبیر کے تحت دیکھا جائے۔ اس لیے پاکستان میں بحث زیادہ تر اسلامی بینک کی مصنوعات کی صحت پر ہے، جب کہ مصر میں بحث کبھی کبھی خود conventional banking profits کی شرعی تعبیر تک پھیل جاتی ہے۔ یہی فرق دونوں ممالک کے علمی نتائج کو متاثر کرتا ہے۔ اس فرق کے باوجود دونوں روایتوں میں ایک مشترک اصول موجود ہے: ربا کی حرمت مسلم ہے، اور سرمایہ کاری کا جواز خطرے، ملکیت، تجارت یا حقیقی منفعت کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ اختلاف اس بات پر ہے کہ جدید بینک کی عملی ساخت کو کس طرح سمجھا جائے۔ کیا بینک ڈپازٹ قرض ہے یا سرمایہ کاری؟ کیا مقررہ منافع سود ہے یا ریاستی/ادارہ جاتی سرمایہ کاری کی متوقع تقسیم؟ کیا مراجمہ واقعی بیع ہے یا قرض کا بدل؟ کیا اسلامی بینکوں کا benchmark conventional interest rate سے جڑنا ناگزیر عملی پیمانہ ہے یا شرعی مقصد کے خلاف علامت؟ یہی سوالات تقابلی مطالعے کی اصل روح ہیں [24]۔

مروجہ اسلامی بینکاری کی شرعی افادیت

مروجہ اسلامی بینکاری کی پہلی شرعی افادیت یہ ہے کہ اس نے سودی قرض کے بجائے عقود معاوضہ اور عقود شرکت کو مالیاتی عمل میں دوبارہ زندہ کیا۔ مراہجہ، اجارہ، سلم، استصناع، مشارکہ، مضاربہ اور سکوک جیسے عقود پہلے فقہی کتب میں موجود تھے، مگر جدید بینکاری کے اندر ان کی قانونی دستاویزات، اکاؤنٹنگ، ریگولیشن اور رسک مینجمنٹ کی صورتیں نئی تھیں۔ اسلامی بینکاری نے ان عقود کو فقہ کے درس سے اٹھا کر مالیاتی اداروں، مرکزی بینکوں، عدالتوں، کمپنیوں اور صارفین کے روزمرہ معاملات کا حصہ بنایا۔ یہ کام کامل نہیں، مگر اسے معمولی بھی نہیں کہا جاسکتا۔ دوسری افادیت شریعہ گورننس کا قیام ہے۔ روایتی بینکاری میں مذہبی-اخلاقی نگرانی ادارہ جاتی شرط نہیں ہوتی، جب کہ اسلامی بینک میں شریعہ بورڈ، شریعہ ایڈوائزرز، شریعہ آڈٹ، product approval، documentation review اور annual Shariah report جیسے عناصر شامل ہوتے ہیں۔ اس سے کم از کم یہ امکان پیدا ہوتا ہے کہ مالیاتی مصنوعات پر صرف منافع، risk اور regulation کی نظر نہ ہو بلکہ شرعی اصولوں کی روشنی میں بھی جانچ ہو۔ اگر یہ نگرانی آزاد، شفاف اور باختیار ہو تو اسلامی بینکاری واقعی ربا سے بچنے کا اجتماعی ذریعہ بن سکتی ہے۔ اگر یہ نگرانی صرف رسمی ہو تو شرعی افادیت کمزور پڑ جاتی ہے^[26]۔

تیسری افادیت عوام کو ایک عملی متبادل فراہم کرنا ہے۔ عام مسلمان جب گھر، گاڑی، کاروباری مشینری، working capital یا سرمایہ کاری اکاؤنٹ کے لیے بینک سے رجوع کرتا ہے تو اسے conventional interest-based option کے بجائے Islamic option ملتا ہے۔ اگرچہ ہر اسلامی مصنوعات کی شرائط کو سمجھنا ضروری ہے، مگر متبادل کی موجودگی خود ایک دینی سہولت ہے۔ فقہ میں حاجت عامہ، عرف، تیسیر اور تدریج جیسے اصول اس وقت اہم ہوتے ہیں جب ایک پورا معاشرہ سودی نظام میں گھرا ہو اور فوری طور پر مکمل اسلامی معاشی ڈھانچہ قائم نہ ہو سکے۔ چوتھی افادیت یہ ہے کہ اسلامی بینکاری نے علماء، معاشی ماہرین، وکلاء، اکاؤنٹنٹس اور ریگولیٹرز کے درمیان ایک نئی علمی گفتگو پیدا کی۔ پہلے ربا کی حرمت کا بیان زیادہ تر وعظ یا فقہی بحث تک محدود رہتا تھا؛ اب سوال یہ ہے کہ derivative کیا ہے، securitization کی کون سی صورت جائز ہے، سکوک میں asset ownership حقیقی ہے یا beneficial، اجارہ منتہی بالتملک میں وعدہ لازم ہو سکتا ہے یا نہیں، late payment penalty کا مصرف کیا ہو، benchmark استعمال کرنا مجبوری ہے یا ممنوع؟ یہ سوالات فقہ کو زندہ رکھتے ہیں اور اسے جدید معیشت سے منسلک کرتے ہیں^[28]۔

پانچویں افادیت یہ ہے کہ اسلامی بینکاری نے conventional finance کی اخلاقی غیر جانب داری کو چیلنج کیا۔ جدید مالیات عموماً liquidity، capital efficiency، return maximization اور risk transfer کی زبان میں بات کرتی ہے، مگر اسلامی مالیات پوچھتی ہے کہ منافع کس بنیاد پر حاصل ہوا، خطرہ کس نے اٹھایا، اصل اثاثہ کیا تھا، معاملہ حقیقی تھا یا کاغذی، کمزور فریق پر ظلم تو نہیں ہوا، اور نفع کا حق کس اخلاقی جواز سے پیدا ہوا۔ یہ سوالات صرف مسلمان معاشروں کے لیے نہیں بلکہ عالمی مالیاتی بحرانوں کے بعد پوری دنیا کے لیے اہم ہو چکے ہیں۔ تاہم شرعی افادیت مشروط ہے۔ اگر مرابحہ میں بینک کے قبضے اور ملکیت کا مرحلہ محض دستخطی formalities میں بدل جائے، اگر اجارہ میں اثاثے کی بنیادی ذمہ داری lessee پر ایسے ڈال دی جائے کہ مالک کا خطرہ باقی نہ رہے، اگر مشارکہ میں نقصان کی تقسیم شرعی اصول کے مطابق نہ ہو، اگر ڈپازٹ کو عملی طور پر guaranteed return بنا دیا جائے، یا اگر شریعہ بورڈ پر کاروباری دباؤ غالب آ جائے تو شرعی افادیت کمزور ہو جاتی ہے۔ اس لیے اسلامی بینکاری کو مسلسل شرعی audit، scholar independence، product reform اور صارف کی تعلیم کی ضرورت ہے^[30]۔

معاشی اثرات

معاشی اعتبار سے اسلامی بینکاری کا پہلا اثر مالی شمولیت ہے۔ بہت سے مسلمان سودی بینکاری سے دینی وجہ سے دور رہتے تھے؛ اسلامی بینکاری نے انہیں رسمی مالیاتی نظام میں داخل ہونے کا موقع دیا۔ پاکستان میں اسلامی بینکاری کے اثاثوں اور ڈپازٹس کا حصہ مسلسل بڑھنا اس بات کی علامت ہے کہ صارفین کے ایک بڑے طبقے کو شرعی حساسیت کے مطابق مصنوعات کی ضرورت ہے۔ مالی شمولیت کا فائدہ صرف بینک کو نہیں بلکہ معیشت کو بھی ہوتا ہے، کیونکہ بچت رسمی نظام میں آتی ہے، سرمایہ کاری کے راستے بنتے ہیں، کاروبار کو financing ملتی ہے، اور ریاست کو سکوک کے ذریعے مالی وسائل حاصل ہوتے ہیں۔ دوسرا اثر حقیقی اثاثہ جاتی مالیات کا فروغ ہے۔ اصولی طور پر اسلامی بینکاری میں financing کسی حقیقی اثاثے، منفعت یا کاروباری سرگرمی سے جڑی ہوتی ہے۔ اس سے pure money lending کے مقابل asset-backed financing یا asset-linked financing کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔ سکوک مارکیٹ نے خاص طور پر حکومتی اور کارپوریٹ financing میں اسلامی alternatives دیے۔ اگر سکوک میں underlying asset حقیقی ہو، ownership اور usufruct واضح ہو، اور returns asset performance یا جائز اجرت / نفع سے مربوط ہوں تو یہ معیشت کو زیادہ شفاف بنا سکتے ہیں۔ مگر اگر سکوک صرف debt replication بن جائیں تو معاشی اثر محدود رہ جاتا ہے^[32]۔

جیسا ہو جائے تو صارف کو شرعی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ دونوں باتوں میں وزن ہے benchmark کا استعمال بذاتِ خود عقد کو حرام نہیں بناتا، مگر مستقل انحصار اسلامی مالیات کے آزاد اخلاقی و معاشی تشخص کو کمزور ضرور کرتا ہے [36]۔

تقابلی تجزیہ: پاکستانی اور مصری علماء کی آراء کا تقابل تین سطحوں پر کیا جا سکتا ہے۔ پہلی سطح ربا کی تعریف ہے۔ روایتی فقہی موقف کے حامل پاکستانی و مصری علماء قرض پر مشروط اضافے کو ربا قرار دیتے ہیں، خواہ اضافہ کم ہو یا زیادہ، ریاستی بینک دے یا نجی بینک، اور اسے interest کہا جائے یا profit اس سطح پر مفتی تقی عثمانی اور احمد علی السالوس کے درمیان بنیادی ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ فرق اس کے بعد شروع ہوتا ہے کہ اسلامی متبادل کی عملی شکل کیا ہو، اور جدید بینکوں کے بعض منافع کو کس حد تک investment return سمجھا جا سکتا ہے۔ دوسری سطح شرعی حیلہ اور حقیقی عقد کا سوال ہے۔ پاکستانی تائیدی مکتب کہتا ہے کہ اگر مرابحہ یا اجارہ شرعی شرائط کے ساتھ ہو تو اسے حیلہ نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ شریعت نے بیع اور اجارہ کو جائز رکھا ہے۔ مصری ناقدین اور پاکستانی ناقدین کہتے ہیں کہ جب عقد کا مقصد صرف سودی قرض کا economic equivalent پیدا کرنا ہو تو حیلہ کا خطرہ حقیقی ہے۔ یہاں فیصلہ ہر case کی عملی ساخت پر ہونا چاہیے۔ اگر بینک واقعی مالک بنتا ہے، خطرہ اٹھاتا ہے، اور عقد کے آثار بدلتے ہیں تو جواز مضبوط ہے؛ اگر تمام مراحل پہلے سے طے شدہ قرضی cash-flow کی خدمت میں ہیں تو نقد بجا ہے [38]۔

تیسری سطح مقاصدِ شریعت ہے۔ عبدالرحمن یسری احمد جیسے مصری ماہرین اور پاکستانی اصلاحی ناقدین دونوں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اسلامی مالیات کو development، equity اور social welfare سے جوڑنا چاہیے۔ مفتی تقی عثمانی بھی اصولاً مشارکہ و مضاربہ کو زیادہ مثالی سمجھتے ہیں، مگر عملی صنعت میں مرابحہ غالب ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء کے درمیان اختلاف صرف حلال/حرام کا نہیں بلکہ priority کا بھی ہے: کیا پہلے سودی قرض سے contract-level نجات حاصل کی جائے، یا پہلے معاشی ساخت کو-risk sharing اور social justice کی طرف بدلا جائے؟ ایک جامع اسلامی مالیاتی پالیسی دونوں کو ساتھ لے کر چل سکتی ہے۔ چوتھی سطح ریاست اور ریگولیٹر کا کردار ہے۔ پاکستان میں اسٹیٹ بینک نے اسلامی بینکاری کو الگ صنعت کے طور پر منظم کیا، جب کہ مصر میں سرکاری فتاویٰ اور ریاستی مالیاتی مصنوعات کے بارے میں افتائی موقف نے بحث کو مختلف رخ دیا۔ پاکستانی ماڈل کا فائدہ یہ ہے کہ شریعہ گورننس نسبتاً formalized ہے؛ کمزوری یہ ہے کہ مارکیٹ conventional banking کی pricing اور risk culture سے بہت متاثر ہے۔ مصری ماڈل کا فائدہ یہ ہے کہ وہ جدید معاشی ضرورتوں کو وسیع قانونی تصور میں دیکھتا ہے؛ کمزوری یہ ہے کہ بعض اوقات

قرض اور سرمایہ کاری کی حدیں دھندلی ہو جاتی ہیں^[40]۔ پانچویں سطح عوامی اعتماد ہے۔ پاکستان میں عوام کے لیے اسلامی بینک کا وجود ایک واضح علامت ہے کہ یہ شریعہ بورڈ کے تحت کام کرتا ہے۔ مصر میں اگر سرکاری فتویٰ conventional bank profit کو جائز قرار دے تو عوام کے لیے اسلامی اور غیر اسلامی بینکاری کا فرق کم واضح ہو سکتا ہے۔ دینی اعتبار سے وضاحت بہت ضروری ہے، کیونکہ ابہام عوامی اعتماد کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اگر علماء آپس میں اختلاف کریں تو اختلاف کا علمی حق باقی ہے، مگر اداروں کو اپنے contracts، fees، risks اور profit mechanisms عام صارف کے لیے صاف زبان میں بیان کرنے چاہئیں۔

اس تقابل کا خلاصہ یہ ہے کہ پاکستانی علماء عموماً separate Islamic banking architecture پر زیادہ توجہ دیتے ہیں، جب کہ مصری بحث میں banking profit کی فقہی تعبیر اور ریاستی مالیاتی ضرورت زیادہ نمایاں ہے۔ دونوں روایتوں سے سیکھنے کی ضرورت ہے: پاکستان مصر سے broader economic policy اور development focus سیکھ سکتا ہے، اور مصر پاکستان سے formal Shariah governance، product-level scrutiny اور Islamic banking architecture کی مضبوطی سیکھ سکتا ہے^[42]۔

اہم اشکالات اور اصلاحی تجاویز

مروجہ اسلامی بینکاری کا پہلا اشکال مرابحہ کا غلبہ ہے۔ مرابحہ اپنی جگہ جائز عقد ہو سکتا ہے، مگر اسے اسلامی مالیات کا بنیادی چہرہ بنا دینے سے risk-sharing کی روح کمزور ہوتی ہے۔ بینک مرابحہ کو اس لیے پسند کرتے ہیں کہ اس میں return پہلے سے معلوم، خطرہ کم، documentation آسان اور regulatory treatment واضح ہوتا ہے۔ مگر اسلامی مالیات کا مثالی تصور مشارکہ اور مضاربہ کی طرف بڑھتا ہے، جہاں نفع کاروباری کارکردگی سے جڑتا ہے۔ اصلاحی تجویز یہ ہے کہ مرکزی بینک اور شریعہ بورڈز اسلامی بینکوں کے لیے تدریجی targets مقرر کریں کہ وہ SMEs، agriculture، venture finance اور diminishing musharakah کی حقیقی صورتوں میں حصہ بڑھائیں۔ دوسرا اشکال شریعہ بورڈ کی آزادی ہے۔ اگر عالم دین کی تقرری، معاوضہ اور تجدید معاہدہ بینک انتظامیہ کے ہاتھ میں ہو تو conflict of interest کا خطرہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ شریعہ گورننس کو زیادہ شفاف بنایا جائے، شریعہ بورڈ کی آراء کا خلاصہ عوامی کیا جائے، اختلافی opinions کو suppress نہ کیا جائے، اور external Shariah audit کو مضبوط کیا جائے۔ پاکستان میں موجود regulatory framework کو اس سمت میں مزید بہتر بنایا جا سکتا ہے، جب کہ مصر جیسے ممالک میں formal Shariah governance architecture کو institutionalize کرنے کی ضرورت ہے^[44]۔

تیسرا اشکال صارف کی لاعلمی ہے۔ بہت سے صارفین اسلامی گھر financing یا گاڑی financing لیتے ہیں مگر انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ عقد مراہجہ ہے، اجارہ ہے یا diminishing musharakah؛ قیمت کیسے بنی، ملکیت کب منتقل ہوئی، تاخیر کی صورت میں کیا ہوگا، insurance/takaful کا کردار کیا ہے، اور بینک کی شرعی ذمہ داری کہاں تک ہے۔ اگر صارف عقد کو نہیں سمجھتا تو اسلامی بینکاری کی اخلاقی شفافیت کمزور ہو جاتی ہے۔ اصلاحی طور پر ہر اسلامی بینک کو آسان اردو/عربی/مقامی زبان میں product disclosure، مختصر شرعی وضاحت، اور صارف کے حقوق و ذمہ داریوں کی واضح دستاویز دینی چاہیے۔ چوتھا اشکال سماجی مالیات سے کمزور تعلق ہے۔ اسلامی بینکاری کو زکوہ، وقف، قرض حسن، تکافل، مائیکرو فنانس اور impact investment سے جوڑنا ضروری ہے۔ ایک ممکنہ ماڈل یہ ہے کہ اسلامی بینک اپنے منافع کا ایک حصہ social finance window میں ڈالیں، late payment penalties کو charity میں واقعی شفاف انداز سے منتقل کریں، SMEs کے لیے risk-sharing funds بنائیں، اور وقف based-affordable housing یا education finance کی مصنوعات تیار کریں۔ اس طرح اسلامی بینکاری صرف حلال منافع کی صنعت نہیں رہے گی بلکہ سماجی عدل کا ذریعہ بھی بنے گی [46]۔

پانچواں اشکال benchmark dependency ہے۔ اسلامی مالیات کو طویل مدت میں ایسے benchmarks کی ضرورت ہے جو حقیقی تجارت، asset rental indices، sectoral profitability، inflation، productivity اور risk-sharing returns سے بنیں۔ فوری طور پر conventional benchmark کو چھوڑنا ممکن نہیں، لیکن اس پر مستقل انحصار بھی اسلامی مالیات کے نظریاتی استقلال کو کم کرتا ہے۔ پاکستان اور مصر دونوں کے لیے مشترک تحقیقی ایجنڈا یہ ہونا چاہیے کہ اسلامی pricing benchmarks، lender-of-last-resort mechanisms، liquidity tools اور Shariah-compliant monetary policy، instruments تیار کیے جائیں۔ چھٹا اشکال فقہی اختلاف کے اظہار کا ہے۔ بعض اوقات صنعت تائیدی فتاویٰ کو نمایاں کرتی ہے اور تنقیدی علماء کو غیر عملی کہہ کر نظر انداز کر دیتی ہے؛ دوسری طرف بعض ناقدین ہر اسلامی بینک کو حیلہ قرار دے کر اصلاح کے امکانات بند کر دیتے ہیں۔ علمی صحت کے لیے دونوں رویوں سے بچنا چاہیے۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ علماء، bankers، regulators اور consumers کے درمیان structured dialogue ہو، ہر product کا maqasid review کیا جائے، اور industry data کو academic research کے لیے دستیاب کیا جائے [48]۔

نتائج

اس تحقیق سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مروجہ اسلامی بینکاری کی شرعی افادیت نہ مطلقاً ثابت ہے نہ مطلقاً منفی؛ بلکہ یہ افادیت عقود کی حقیقی ساخت، شریعہ گورنس، خطرے کی تقسیم، مقاصدی اثرات اور صارف کی شفافیت پر منحصر ہے۔ جہاں اسلامی بینک واقعی اثاثہ خریدتا ہے، ملکیت اور خطرہ لیتا ہے، منافع کو بیع یا اجارہ کے عوض کے طور پر لیتا ہے، late payment penalties کو منافع نہیں بناتا، اور شریعہ بورڈ آزاد نگرانی کرتا ہے وہاں اس کی شرعی افادیت قابل قبول ہے۔ جہاں یہ مراحل کمزور، کاغذی یا conventional loan replication کے قریب ہوں وہاں اصلاح بلکہ سخت تنقید ضروری ہے۔ پاکستانی علماء کی آراء میں مفتی تقی عثمانی کا تدریجی اور ادارہ جاتی منہج اسلامی بینکاری کو عملی راستہ دیتا ہے، جب کہ جاوید اکبر انصاری جیسے ناقدین اس راستے کو سرمایہ دارانہ منطق سے آزاد کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ مصری علماء میں احمد علی السالوس کا سخت ربوی نقد اسلامی بینکاری کو حیلہ سازی سے بچاتا ہے، جب کہ عبدالرحمن یسری احمد کا مقاصدی و ترقیاتی زاویہ اس صنعت کو معاشی عدل اور انسانی بہبود کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ دارالافتاء مصر کے بعض فتاویٰ جدید ریاستی مالیات کی وسعت کو سامنے رکھتے ہیں، مگر ان پر موجود تنقید یہ یاد دلاتی ہے کہ ضرورت اور عرف نصوص و اصول کی حدود کے اندر ہی معتبر ہیں^[50]۔

معاشی اثرات کے لحاظ سے اسلامی بینکاری نے مالی شمولیت، اثاثہ جاتی مالیات، سکوک، شریعہ گورنس، اور صارف choice میں اہم اضافہ کیا ہے۔ پاکستان میں اس کی مارکیٹ share بڑھنا اس بات کی علامت ہے کہ معاشرہ ربا سے پاک مالیاتی متبادل چاہتا ہے۔ عالمی سطح پر اسلامی مالیاتی صنعت کی نمو بھی اس کے امکانات کو ظاہر کرتی ہے۔ لیکن معاشی عدل، risk-sharing، poverty، SMEs، alleviation، social finance، agriculture، independent benchmarks کے میدانوں میں ابھی بہت کام باقی ہے۔ اسلامی بینکاری کی کامیابی کا اگلا مرحلہ compliance سے effectiveness، اور effectiveness سے maqasid- oriented transformation کی طرف بڑھنا ہے۔ حتمی سفارش یہ ہے کہ پاکستان اور مصر دونوں میں اسلامی بینکاری کو تین سطحوں پر مضبوط کیا جائے: شرعی سطح پر عقود کی حقیقی صحت اور شریعہ بورڈ کی آزادی؛ معاشی سطح پر مشارکہ، مضاربہ، SMEs، مائیکرو فنانس اور social impact finance کا فروغ؛ علمی سطح پر پاکستانی اور مصری علماء کے درمیان مشترک comparative، research forums، product audits، fatwa studies اور maqasid assessment frameworks۔ اگر اسلامی بینکاری یہ راستہ اختیار کرے تو وہ

محض سودی بینکاری کا متبادل نام نہیں رہے گی بلکہ مسلم معاشروں میں اخلاقی، عادلانہ اور پیداواری مالیات کی طرف ایک سنجیدہ قدم بن سکتی ہے۔^[52]

حواشی

1. قرآن کریم، سورہ البقرہ، آیت 275؛ محمد تقی عثمانی، غیر سودی بینکاری، کراچی: مکتبہ معارف القرآن
2. اسٹیٹ بینک آف پاکستان، اسلامی بینکاری لیٹن، جون 2025؛ اسی طرح اسلامی بینکاری لیٹن، دسمبر 2025.
3. قرآن کریم، سورہ البقرہ، آیت 275.
4. قرآن کریم، سورہ البقرہ، آیت 275-279؛ صحیح مسلم، کتاب المساقاہ، باب لعن آکل الربا ومؤکلہ، حدیث 1598.
5. محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، ج 3، کراچی: مکتبہ معارف القرآن، ربا اور بینکاری کے مباحث؛ وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، کتاب البیوع.
6. شکاگو مینول آف اسٹائل، 17 واں ایڈیشن، نظام حواشی و کتابیات؛ مقالے میں اسی اصول کو اردو علمی اسلوب کے مطابق برتا گیا ہے.
7. محمد تقی عثمانی، غیر سودی بینکاری؛ ایونی، المعاییر الشرعیہ، معیار المراسم.
8. احمد علی السالوس، موسوعہ القضاء الفقہیہ المعاصرہ والاقتصاد الاسلامی، ربا اور بینکاری کے ابواب.
9. صحیح مسلم، کتاب المساقاہ، باب لعن آکل الربا ومؤکلہ، حدیث 1598.
10. ایونی، المعاییر الشرعیہ؛ اسٹیٹ بینک آف پاکستان، ایونی شرعی معیارات کا مجموعہ. / Compendium of Shariah Standards Adopted by SBP.
11. صحیح مسلم، حدیث 1598؛ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، کتاب البیوع کے متعلقہ مباحث.
12. عبدالرحمن یسری احمد، "دور التمول فی تحقیق مقاصد الشرعۃ، 18-1: (2011) 19, no. 2 Islamic Economic Studies"
13. محمد تقی عثمانی، غیر سودی بینکاری؛ نیز اسلام اور جدید معاشی مسائل، ج 3، مراسم، اجارہ اور مشارکہ کے مباحث.
14. محمد تقی عثمانی، غیر سودی بینکاری، مراسم کو عبوری ذریعہ قرار دینے سے متعلق مباحث.
15. جاوید اکبر انصاری، اسلامی بینکاری اور سرمایہ دارانہ نظام پر تنقیدی مباحث؛ عمر چاچرا، اسلام اور معاشی چیلنجز.

16. عاصرف وجدی دوسوکی اور نور دینا دینی عبد اللہ، "مقاصد الشریعہ، مصلحت اور کارپوریٹ سماجی ذمہ داری، The American Journal of Islamic Social Sciences 24, no. 1 (2007): 25-45.
17. اسٹیٹ بینک آف پاکستان، شریعہ گورننس فریم ورک برائے اسلامی بینکاری ادارے، نظر ثانی شدہ نسخہ 2024/2025.
18. اسلامک فنانشل سروسز بورڈ، Islamic Financial Services Industry Stability Report 2025؛ اسٹیٹ بینک آف پاکستان، اسلامی بینکاری رپورٹ 2025.
19. دار الافتاء المصریہ، باب المعاملات المعاصرہ، بینک ڈپازٹس، سرمایہ کاری سرٹیفکیٹس اور قسطوں کے معاملات سے متعلق فتاویٰ.
20. احمد علی السالوس، موسوعہ القضاء الفقہیہ المعاصرہ والاقتصاد الاسلامی، ربا البنوک اور شہادات الاستثمار کے مباحث.
21. عبد الرحمن یسری احمد، "دور التمول نے تحقق مقاصد الشریعہ، 18-1" .
22. دار الافتاء المصریہ، فتاویٰ المعاملات المعاصرہ؛ مصر کی سرکاری معلوماتی خدمت، سرمایہ کاری سرٹیفکیٹس سے متعلق دار الافتاء کا بیان، 23 مارچ 2022.
23. محمد کبیر حسن اور مروین کے لیوس، مرتبین، Handbook of Islamic Banking (Cheltenham: Edward Elgar, 2007)، مصر اور اسلامی بینکاری سے متعلق ابواب.
24. احمد علی السالوس، موسوعہ القضاء الفقہیہ المعاصرہ؛ محمد تقی عثمانی، غیر سودی بینکاری.
25. ایوبی، المعالیر الشرعیہ: المراسخ، الاجارہ، المشارک، المضاربہ؛ وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ.
26. اسٹیٹ بینک آف پاکستان، شریعہ گورننس فریم ورک؛ ایوبی، معالیر الحوکمہ للمؤسسات المالیه الاسلامیه.
27. ابن نجیم، الاشباہ والنظائر؛ فقہی قواعد: المشقہ تجلب التیسیر، الحاجہ منزل منزلہ الضرورہ بضوابطہا.
28. محمد ایوب، تفہیم اسلامی مالیات (Chichester: Wiley, 2007) / Understanding Islamic Finance، اسلامی مالیاتی مصنوعات اور شرعی مسائل.
29. عمر چاچرا، مستقبل معاشیات: اسلامی تناظر (Leicester: Islamic Foundation, 2000)، اخلاقی معیشت اور عدل کے مباحث.
30. ایوبی، المعالیر الشرعیہ؛ محمد تقی عثمانی، غیر سودی بینکاری، مراسخ و اجارہ کے عملی اشکالات.
31. اسٹیٹ بینک آف پاکستان، اسلامی بینکاری رپورٹ، جون 2025؛ اسلامی بینکاری رپورٹ، دسمبر 2025.
32. اسلامک فنانشل سروسز بورڈ، اسلامی مالیاتی خدماتی صنعت کی استحکام رپورٹ 2025، عالمی اثاثوں اور شعبہ جاتی نمو کے اعداد.
33. اسٹیٹ بینک آف پاکستان، اسلامی بینکاری رپورٹ؛ اسلامی فنانس پالیسی ڈیپارٹمنٹ، اسلامی وندوز اور شاخوں سے متعلق اعداد.

34. اسلامک فنانشل سروسز بورڈ، Stability Report 2025؛ رسک مینجمنٹ اور کارپوریٹ گورننس سے متعلق IFSB معیارات.
35. عمر چاچرا، اسلام اور معاشی چیلنج (Leicester: Islamic Foundation, 1992)، عدل، فلاح اور دولت کی گردش.
36. محمد تقی عثمانی، غیر سودی بینکاری؛ benchmark کے استعمال پر معاصر شرعی مباحث.
37. صحیح مسلم، حدیث 1598؛ قرآن کریم، البقرہ 279-275:2؛ السالوس، موسوعہ القضاء الفقہیہ المعاصرہ.
38. ایوبی، معیار المراسخ؛ محمد تقی عثمانی، غیر سودی بینکاری.
39. عبدالرحمن یسری احمد، "دور التمويل في تحقيق مقاصد الشريعة"، عمر چاچرا، مستقبل معاشیات: اسلامی تناظر.
40. اسٹیٹ بینک آف پاکستان، ایونی شرعی معیارات کا مجموعہ؛ دار الافتاء المصریہ، فتاویٰ المعاملات المعاصرہ.
41. دار الافتاء المصریہ، سرکاری فتویٰ پورٹل؛ اسٹیٹ بینک آف پاکستان، اسلامی بینکاری صارف آگاہی مواد.
42. حسن اور لیوس، مرتبین، Handbook of Islamic Banking؛ اسلامک فنانشل سروسز بورڈ، Stability Report 2025.
43. محمد تقی عثمانی، غیر سودی بینکاری؛ محمد ایوب، Understanding Islamic Finance.
44. اسٹیٹ بینک آف پاکستان، شریعہ گورننس فریم ورک؛ ایوبی، معاصرے الحو کمہ للمؤسسات المالیه الاسلامیه.
45. اسٹیٹ بینک آف پاکستان، صارف تحفظ فریم ورک؛ اسلامی فنانس پالیسی ڈیپارٹمنٹ، عوامی آگاہی مواد.
46. عمر چاچرا، اسلام اور معاشی چیلنج؛ اسلامک ڈیولپمنٹ بینک انسٹی ٹیوٹ، اسلامی سماجی مالیات اور مقاصد سے متعلق مطبوعات.
47. اسلامک فنانشل سروسز بورڈ، Stability Report 2025؛ ایوبی، benchmark اور liquidity management سے متعلق معیاری مباحث.
48. مجمع الفقہ الاسلامی الدولی، قرارات وتوصیات، بینکی سود اور معاصر مالی معاملات سے متعلق فیصلے؛ ایوبی، المعالیر الشرعیہ.
49. ایوبی، المعالیر الشرعیہ؛ اسٹیٹ بینک آف پاکستان، شریعہ گورننس فریم ورک؛ محمد تقی عثمانی، غیر سودی بینکاری.
50. السالوس، موسوعہ القضاء الفقہیہ المعاصرہ؛ عبدالرحمن یسری احمد، "دود التمويل في تحقيق مقاصد الشريعة".
51. اسلامک فنانشل سروسز بورڈ، Stability Report 2025؛ اسٹیٹ بینک آف پاکستان، اسلامی بینکاری پلیٹن. 2025.
52. عمر چاچرا، مستقبل معاشیات: اسلامی تناظر؛ اسلامک ڈیولپمنٹ بینک انسٹی ٹیوٹ، اسلامی سماجی مالیات اور مقاصد مالیات کی مطبوعات.